قاری صہیب احمد

یقین محکم

جو ہو ذوق یقین پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

یہ مصرع جو اقبال مرحوم کی ایک نظم جس کا عنوان "طلوع اسلام" ہے- اور بانگ درا میں شامل ہے- ہماری اس بحث کا محور ہے-

تو آیئے پہلے ہم لفظ "یقین" جو اس مصرع کا محور خیال ہے اور جس کے عمل کی انتہاء یہ ہے کہ لوہے کی زنجیریں بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی ہیں- وہ کیا ہے؟

عبد الرحمٰن کیلانی مرحوم اپنی کتاب "مترادفات القرآن" میں لکھتے ہیں کہ یقین کے لئے ایقین، استیقن اور ظن کے الفاظ آئے ہیں- یعنی کوئی شک وشبہ نہ رکھنا-

امام راغبؒ کے نزدیک یقین بمعنی کسی امر کو پوری طرح سمجھ لینے کے ساتھ ساتھ اس کے پایہ ثبوت کو پہنچ جانے کا نام ہے اور اس کا درجہ معرفت اور درایت سے ہے-

ابو الہلال عسکریؒ کے نزدیک یقین کا درجہ علم سے بڑھ کر ہے- وہ لکھتے ہیں کہ "الیقین سکون النفس وثلج الصدر بما علم" یعنی معلوم چیز پر دل کے سکون اور سینہ کی ٹھنڈک کا نام یقین ہے- ارشاد باری تعالیٰ ہے- وبالاخرۃ ھم یوقنون

یعنی مومنوں کی صفت ہے کہ وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں-

اسی طرح استیقن کہتے ہیں کہ کسی بات کا تجربہ کے بعد آہستہ آہستہ یقین ہونا-

ان مطالب ومعانی کو پیش نظر رکھ کر غور کریں تو پتہ چلتا ہے کہ یقین ایک قوت ہے، ایک طاقت ہے-جس کے مصادر دو ہیں ایک دل اور دوسرا عقل-

جدید علوم میں ایک علم جسے Psychology (علم النفس) کہا جاتا ہے- اس علم کے استاد سگمن فرائیڈ کو انسان کے تمام رویوں کا تجزیہ نگار کہا جاتا ہے اس کے ہاں یہ جبکہ اس کے مکتبہ خیال کے دوسرے تمام ماہرین نفسیات کے نزدیک دل صرف جسم انسانی کو

تقسیم کرنے والا ایک آلہ ہے مگر اللہ رب العزت کی رو سے دل کا تعلق انسان کے اعمال سے ایسا ہے جیساکہ آنکھ سے روشنی کا تعلق ہے یعنی وہ پتلی جو ہر چیز کو اپنے اندر منعکس کرتی ہے اگر وہ بے کار ہو جائے تو انسان اندھا ہو جاتا ہے۔ اس لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ انسان کے جسم کے اندر ایک گوشت کا ٹکڑا ہے اگر وہ تندرست ہے تو سارا جسم تندرست ہے اگر وہ بیمار ہو جائے تو سارا جسم بیمار ہو جاتا ہے۔ مطلب یہ کہ "دل" کا وجود اور مقصد حیات الگ ہے اور یقین کا دوسرا مصدر و مستقر عقل ہے۔

میرے خیال میں یقین ان دونوں کے اس سمجھوتے ہی کا نام ہے جس میں دونوں کے درمیان کوئی اختلاف نہ رہے۔ مثلاً عقل یہ کہتی ہے کہ اگر یہ کام کرلیا جائے تو میرا فائدہ ہے مگر دل کہتا ہے نہیں اس میں تمہارا نقصان ہے۔ دل بعض معاملات میں للچا کر کسی کام پر انسان کو اکساتا ہے مگر عقل کہتی ہے بے وقوفی نہ کرو۔ ایسا کرنے سے تمہاری نہ صرف عاقبت خراب ہوگی بلکہ دنیا میں رسوا و ذلیل ہوگے۔ عقل اور دل کی لڑائی اسی کا نام ہے۔

مختصر یہ کہ "یقین" کے دونوں مصادر کا ہم خیال و متحد ہو جانا یقین کو پیدا کرتا ہے اور انسان میں جب یقین پیدا ہوتا ہے تو انسان تجربات کے سرکش گھوڑے پر قابو پاکر چاند تک پہنچ جاتا ہے۔

یقین ہی وہ قوت ہے جو انسان کو مادی فوائد کے حاصل کرنے کے لئے ان تھک عمل کی راہ پہ گامزن کرتی ہے۔

سائنس دان کو "یقین" ہی خطرناک سے خطرناک تجربوں کی سنگلاخ زمینوں سے گزرنے کی جرات دیتا ہے۔ اگر ہمیں یقین نہ ہو کہ اللہ رب العزت کے سامنے ایک دن ہمیں حاضر ہونا ہے تو ہماری نمازوں ہماری عبادت اور ہمارے اعمال میں تسلسل ٹوٹ جائے، یقین کے ہم معنی قرآن میں لفظ "ظن" بھی استعمال ہوا ہے مثلاً اللہ عز وجل فرماتے ہیں۔

﴿ انها لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انہم ملاقوا ربہم وانہم الیہ راجعون ﴾

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نماز کے عمل کو ان پر توگراں قرار دیتے ہیں جو یقین وایمان سے محروم ہیں لیکن ان کو مستثنیٰ قرار دیتے ہیں جو خشوع و خضوع کے مالک ہیں اور ان کو اس بات کا یقین ہے کہ وہ اپنے رب سے ملنے والے ہیں اور اس بات کا ان کا دل اور عقل دونوں اقرار کرے ہیں کہ ہم اللہ ہی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

معلوم ہو یقین عقل و دل کا وہ سمجھوتہ ہے جس کے عملی اظہار کا نام ایمان ہے یہی وہ ایمان یقین کا حسن کہلاتا ہے جس کی قوت جن سلف صالحین کو نصیب ہوئی وہ قیصر وکسریٰ کی تمام عسکری اور مادی قوتوں کو ٹھکراتے ہوئے کہتے ہیں۔

برد ابن رام بر مرغ وگرنہ
کہ عنقارا بلند است آشیانہ

یقین، وہ قوت ہے جو نمازی کو سخت سردی میں وضو اور بستروں کی استراحت کو چھوڑ کر تہجد کے وقت اللہ عزوجل کے حضور میں قیام و سجود کی قدرت بخشتی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اسی یقین کے جمال ایمان نے ایسی قوت بخشی کہ ان کے ارادوں کو فتح کرنے کے لئے ان کے خیالوں کو مسخر کرنے کے لئے کفار نے کون کون سی قوت نہ آزمائی، کون سا جبر استعمال نہ کیا۔ مگر ان کے یقین نے ان کو مضبوط چٹان کی طرح استقامت دی اور ہر ستم پہ وہ اپنے اس یقین کا اظہار کرتے ہوئے فرماتے رہے۔

﴿ لاالٰہ الااللہ ﴾ "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"

یقین کے اسی اسلحہ نے صحابہ کرامؓ کو دنیا کا فاتح بنادیا۔ دریاؤں، صحراؤں اور پہاڑوں، آبادیوں اور ویرانوں، آسمان کی فضاؤں اور بلندیوں میں موجود عناصر کو اپنا خادم جانا۔ ان کو یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی کی ساری دنیا ہے۔ سارے ملک، سارے خلائی، بحری عناصر اسی کے تابع ہیں۔ اسی لئے ان کے دل اور عقل نے بیانگ دہل کہا۔

کہ ہر ملک ملک ما است، کہ ملک خدائے است

دنیا کے خشک تر حصہ میں جہاں بھی انسان بستے ہیں وہ سب ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر یقین نے ان کے دلوں میں ہر اچھے اور برے انسان کے لئے ہمدردی پیدا کردی۔ ایرانی، چینی، روسی غرض کسی رنگ، کسی نسل کا نسل کیوں نہ ہو وہ آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے بارہ میں اور خود اپنی پیدائش اور موت کے بعد کے بارے میں نبی اکرم ﷺ کی مہیا کی گئی معلومات پر جب بھی اور جس انسان نے بھی یقین کرلیا۔ اس کی قوت تسخیر، قوت محبت، قوت علم، قوت بصارت کی دھاک دنیا والوں کے دلوں میں بیٹھ گئی۔

جس کے متعلق قرآن حکیم جیسی بابرکت اور بے نظیر کتاب میں ہے۔ اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّھُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّھِمْ وَاَنَّھُمْ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ قرآن اصل میں بات یہ بتانا چاہتا ہے کہ جو لوگ یقین محکم سے اپنے دامن کو خالی نہیں رکھتے وہ ہی کامیاب و کامران ہیں اور اس آیت میں یہی نقشہ کھینچا گیا کہ جو لوگ یقین کرتے ہیں کہ ہم نے ایک نہ ایک دن اپنے اس اللہ بزرگ و برتر کو ملنا ہے۔ جس نے ہم کو پیدا کیا اور دنیا کے اندر ہم کو اتنی آسائشیں دیں اور نعمتوں سے آراستہ و پیراستہ کیا وہی لوگ نماز سے غافل نہیں ہوتے ان پر نماز بھاری نہیں ہوتی۔ اس آیت میں جو استثنائی صورت ہے وہ یہی ہے کہ جن کو یقین نہیں ہوتا کہ ہم نے آخر رب جلیل کے کٹہرے میں کھڑا ہو کر حساب دینا ہے جو ہم اس دنیا فانی میں کر رہے ہیں کیونکہ الدنیا مزرعة الاخرة (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) وہ لوگ نماز سے غافل ہیں۔ ان پر نماز ایک بوجھ ہے۔ یعنی وہ شک میں مبتلا ہیں اور قرآن کہتا ہے ولاتکونن من الممترین کہ تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہو جاؤ۔ آخر کیوں کہا کہ شک نہ کرو۔ شک ایک ایسی مہلک بیماری ہے کہ جس کا کوئی علاج نہیں ہوتا اور حقیقت اس بات میں پنہاں ہے کہ اگر انسان کو اپنی جان پر یقین نہ ہو تو انسان

زندگی کے ہر شعبے میں پیچھے رہ جاتا ہے۔

آج کل کے دور میں بھی یقین پر Depend (انحصار) کیا جاتا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو انسان صرف اور صرف اپنے مقصد سے دور اندیش ہوتا ہے۔ بلکہ اپنی زندگی کو فنا کر بیٹھا ہے۔ مثال کے طور پر اگر سائنس دان کو یہ یقین نہ ہو کہ میرا چاند پر جانا صحیح ہے تو وہ قطعاً ایسا خطرہ مول نہیں سکتا۔ یہ صرف یقین کا ہی کرشمہ ہے کہ آج انسان جس کی کوئی حیثیت نہیں سمجھی جاتی، اس نے ستاروں پر کمندیں ڈال لی ہیں، چاند کو اپنے تابع کرنے کے درپے ہے۔ یہی انسان یقین کی بدولت ہی اتنے بڑے شیر کے سامنے اپنا سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اگر یقین نہ ہو کہ میں نے امتحان میں پاس ہونا ہے کہ نہیں تو کوئی بھی طالب علم کتاب کو ہاتھ نہ لگائے۔

اسی یقین کو ہی صحابہ کرامؓ نے اپنی زندگی کا محور بنایا اور پھر اس یقین کا کرشمہ تھا وہ بالاخر پوری دنیا پر چھا گئے۔ اسی یقین کی بدولت بلالؓ نے اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔ تپتی ریت میں گھسیٹے گئے۔ اسی یقین کے بل بوتے پر حضرت خبیبؓ نے اپنی جان کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیا۔ سولی پر لٹکائے گئے۔ یہ وہ ہی یقین ہے جس کو مد نظر رکھتے ہوئے احمد بن حنبلؒ جیسے جلیل القدر عالم نے اپنی پشت پر کوڑے کھائے۔ یہی وہ یقین ہے کہ جس کو اپنے سینے میں امام ابن تیمیہؒ نے سمویا اور جیل کے اندر گئے۔ یہی وہ یقین ہے کہ جس کو راہ حق سمجھتے ہوئے بڑے بڑے زمانے کے محققوں نے اتنی ذلت اٹھائی کے ان کو گدھوں پر بیٹھا کر منہ پر سیاہی مل کر پورے علاقہ کا چکر لگوایا گیا۔

اگر یقین نہ ہو کہ منکر نکیر آئیں گے تو انسان اسلام سے پہلو تہی کر لے۔ یہی یقین نہ ہو کہ جنت نیک لوگوں کے لئے ہے اور جہنم بد لوگوں کے لئے۔ تو انسان کبھی نمازیں نہ پڑھیں اور نہ روزے رکھیں اور نہ ہی احکام الٰہی کو عملی جامہ پہنائیں۔ یقین ایک ایسا آلہ ہے کہ جس کے ذریعے بڑے بڑے قفل ٹوٹ جاتے ہیں۔ کسی نے کیا خوب کہا کہ اعمدت علی نفسک یعنی تو اپنے نفس پر یقین کر لے تو کامیاب ہو جائے گا یعنی

کامیابی کو مشروط کیا ہے یقین کے ساتھ کہ اگر یقین نہ ہو گا تو کامیابی و کامرانی تمہارا مقدر نہیں بنے گی۔

اسی کے متعلق قرآن میں بھی ہے کہ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا کہ وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم ہو گئے، پختہ یقین کریں کہ واقعی ہمارا رب اللہ ہے، تو پھر ان کے لئے نہ قیامت کے دن خوف ہو گا، نہ ڈر ہو گا۔ اس وقت جب کہ ہر جان کو اپنی اپنی پڑی ہوگی کہ اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں ملے گا کہ بائیں میں۔ اس وقت یقین محکم کرنے والے کو کوئی غم، ڈر، خوف نہیں ہو گا۔ فرشتے نازل ہوں گے اور آخر کار اس جنت کی خوشخبری دی جائے گی جس کے لئے اتنے دکھ سہے۔ مصیبتیں اور صعوبتیں برداشت کیں۔ کس لئے کہ اللہ نے جو وعدہ کیا تھا کہ نیکی کرو گے تو جنت ملے گی۔ وہ ضرور ملے گی۔ جس نے کنتم توعدون پر یقین کرلیا تو وہ فلاح پاگیا۔

حدیث کے اندر آتا ہے آپؐ نے فرمایا قل لاالہ الااللہ ثم استقم یعنی صحابیؓ رسول پوچھ رہے ہیں کہ آپؐ مجھے وہ عمل بتائیں کہ میں جنت میں چلا جاؤں تو آپؐ نے فرمایا: تو لاالہ الااللہ کہہ دے پھر اس پر پختہ ہو جا، یقین کر لے کہ میں (محمد) اس کا نبی ہوں تو جنت میں چلا جائے گا۔

اللہ ہمیں یقین محکم کی توفیق دے۔ آمین